www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کتاب و حکمت

نواب صدیق حسن خاں

ترجمان القرآن

پروفیسر چودھری عبدالحفیظ
پروفیسر حافظ محمد اسرائیل

"جن یا فرشتہ"؟

جہاں یہ فرمایا کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ (الکہف: ۵۰)

ترجمہ: وہ جنات میں سے تھا اپنے رب کی حکم عدولی کا مرتکب ہوا۔

چنانچہ ابن عباسؓ نے فرمایا۔ ابلیس کا اس حکم عدولی سے پہلے فرشتوں میں شمار ہوتا تھا۔ "عزازیل" نام تھا۔ زمین پر رہتا تھا اور نہ صرف سب سے زیادہ علم رکھتا تھا بلکہ سب سے زیادہ عابد بھی تھا۔ انہیں خوبیوں کے گھمنڈ میں اس نے تکبر کیا۔ مگر یہ بات طے ہے کہ اس کا تعلق جنات سے تھا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ اس کا پہلا نام عزازیل تھا۔ فرشتوں میں معزز تھا۔ چار پر رکھتا تھا۔ بعد میں ابلیس کہلایا۔ تیسری روایت یہ ہے کہ زمین و آسمان کی بادشاہت اور سیادت کا مالک تھا۔ لیکن معصیت کی پاداش میں اللہ نے اسے مسخ کر کے شیطان رجیم قرار دے دیا۔

حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ ابلیس ہرگز ملائکہ میں سے نہیں تھا بلکہ جس طرح آدم علیہ السلام اصل نوع انسان سے ہیں۔ اسی طرح اس ملعون کی اصل جنس "جن" ہے۔ (ف) ابوالعالیہ کا کہنا ہے اس آیت میں "الکافرین" سے مراد نافرمان افراد ہیں۔ سدیؒ کا کہنا ہے کہ "الکافرین" سے مراد وہ کافر ہیں جو بعد میں ہوں گے!

قرطبی کا قول ہے اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو کفر و گمراہی ہی پر پیدا کیا تھا۔ مگر اس کے اعمال فرشتوں جیسے تھے لیکن بعد میں اس کے اصل میں لوٹا دیا گیا۔ "وکان من الکافرین" طے ہوا وہ کافروں میں سے تھا۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

سجدۂ تعظیمی:

(ف) قتادہ کہتے ہیں کہ فرشتوں کا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا دراصل حکمِ الٰہی کی تعمیل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو یہ اعزاز بخشا کہ انہیں مسجودِ ملائک بنا دیا۔ بعض نے کہا یہ سجدہ اللہ عزوجل کی طرف سے آدم علیہ السلام کے لئے بطور عزت و تکریم سب سے پہلا ہدیہ تھا۔ (یعنی سجدۂ تعظیمی) جس طرح یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے سجدہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وخروا له سجدا (یوسف: ۱۰۰)

اور سب یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدے میں گر پڑے مگر سجدۂ تعظیمی سابقہ امتوں میں تو جائز تھا لیکن امت مسلمہ کے لئے ممنوع قرار دے دیا گیا۔ معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے شام میں دیکھا وہ لوگ اپنے علماء کو سجدہ کرتے ہیں۔ واپسی پر نبی اکرمؐ سے عرض کیا کہ آپ تو اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ آپ کو سجدہ کرنا تو بہت ہی صحیح ہو گا۔ جواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اگر کسی بشر کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت سے کہتا اپنے شوہر کو سجدہ کیا کرو۔ اس لئے کہ عورت پر شوہر کا بہت بڑا حق ہے۔ علامہ رازیؒ نے بھی اسی خیال کو ترجیح دی لیکن بعض کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہ سجدہ اللہ جل شانہ ہی کو تھا۔ آدم علیہ السلام تو فقط علامت قبلہ تھے۔ جس طرح فرمان ہے

أَقِمِ الصَّلَوٰةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ (الاسراء: ۷۸)

ترجمہ: سورج کے ڈھلنے پر نماز قائم کرو لیکن یہ دلیل اتنی ٹھوس نہیں پہلا قول ہی زیادہ مدلل ہے۔ یہ سجدہ آدم علیہ السلام کو ہی بطور اکرام واحترام اور تعظیم و تسلیم تھا۔ اس کو بجا لانے میں اطاعت الٰہی بھی مقصود تھی۔ بصورت دیگر جو شرف منکسرانہ وضع پیشانی میں مضمر ہے وہ قبلہ ٹھہرانے میں نہیں۔ علامہ رازی نے دونوں اقوال کو ضعیف قرار دیتے ہوئے پہلی بات کو صحیح قرار دیا۔ بخاری شریف کی حدیث جو شفاعت کے باب میں ہے۔ اس سے اسی قول کی تائید و تصریح ثابت کی ہے جو اس طرح ہے واسجد لک ملائکته

"اور ان کو سب فرشتوں نے سجدہ کیا۔"

(ف) امام رازیؒ اہل علم کے دوسرے دو اقوال کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ سجدہ کرنے کا حکم جن فرشتوں کو دیا گیا تھا وہ زمین کے ہی رہنے والے مخصوص تھے۔ دوسرے گروہ کا خیال ہے۔ سجدہ کے مامور مخصوص آسمانی فرشتے تھے لیکن یہ آیت بلا تخصیص ارضی و سماوی فرشتوں کو مامور قرار دیتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّآ اِبْلِيْسَ (الحجر:۳۰)

ترجمہ: پس سجدہ کیا سب فرشتوں نے ماسوائے ابلیس کے۔ میرے خیال میں لفظ عموم کا اطلاق اسی وقت ہو سکتا ہے جب ملائکہ سے مراد وہ مخصوص ملائکہ نہ ہوں جو ابلیس کے ساتھ گئے تھے۔ علاوہ ازیں جب کوئی مرفوع حدیث اس بارہ میں موجود نہیں تو پھر ہمیں کتاب و سنت کی ظاہر عبارت پر یقین کرتے ہوئے زیادہ غور و خوض کرنا چھوڑ دینا چاہیے۔

کبر و حسد کی ابتدا:

قتادہؒ کا کہنا ہے کہ ابلیس نے آدم علیہ السلام پر صرف اس لئے حسد کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شرافت و فضیلت کیوں عطا کی، جب کہ میں آگ سے پیدا ہوا ہوں اور آدم علیہ السلام مٹی سے! چنانچہ اسی مردود سے کبر و حسد کی ابتدا ہوئی۔ اسی حسد و کبر میں اس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ جس شخص کے دل میں رائی برابر بھی حسد ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

ابلیس کے دل میں کبر و کفر اور عناد ہونے کے سبب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ رحمت سے دھتکارا گیا۔ بارگاہ الٰہی کی حضوری سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گیا۔

بقول سعدیؒ ؎

تکبر عزازیل را خوار کرد
بزندان لعنت گرفتار کرد

ترجمہ: تکبر نے عزازیل کو ذلیل و خوار کر دیا اور ہمیشہ کے لئے لعنت کے جیل خانہ میں قید کر دیا۔

البتہ مفسرین میں سے اپنی الگ الگ رائے کا اظہار کرتے ہوئے ایک گروہ نے کہا۔ وہ کافر ہو گیا۔ کسی نے کہا۔ کہ وہ کافر ہے۔ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو پہلے ہی سے تھا۔ قرطبیؒ بھی اسی خیال سے متفق ہیں۔

ولایت اور کرامات:

اہل علم کا کہنا ہے کہ نبی کے علاوہ اگر کسی کے ہاتھوں سے کرامات یا قابل حیرت باتوں کا اظہار ہوتا دیکھو تو اسے صوفیاء اور روافض کی طرح ولایت سمجھو۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اس لئے کہ ولی اللہ کے لئے با ایمان ہونا لازمی امر ہے اور بے ایمان بارگاہ الٰہی سے شرف تجلیات پا ہی نہیں سکتا۔ ابن کثیر لکھتے ہیں خبردار رہو۔ کبھی کافر و فاجر کے ہاتھوں سے بھی کرامات جیسے قابل حیرت مظاہرے ہو سکتے ہیں۔ صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد (کاہن) سے آیت ﴿فَٱرْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِى ٱلسَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ﴾ (الدخان: ١٠)

دل میں چھپا کر اس سے پوچھا۔ بتا میں نے اپنے دل میں کیا چھپا رکھا ہے۔ اس نے کہا "دخ"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تو برباد ہو۔ اس سے آگے تیری کہانت نہیں چلے گی۔ یہی نہیں بلکہ اسے یعنی ابن صیاد کو جب غصہ آتا تو اتنا پھول جاتا کہ رستہ بند ہو جاتا۔ چنانچہ ابن عمر نے اسی بنا پر اس کی ایک بار پٹائی بھی کر دی تھی۔

احادیث میں دجال کی شعبدہ بازی یا خارق عادات کے بارے میں کیا کچھ کم ذکر ہے؟ جیسے آسمان سے پانی برسانا' زمین کا خزانہ ساتھ لئے پھرنا' ایک جوان کو مار کر پھر اسے زندہ کرنا' اسی بنا پر شافعیؒ و لیث بن سعدؒ نے کہا' جب تم کسی آدمی کو پانی پر چلتا اور ہوا میں اڑتا دیکھو' تو اس پر ولی اللہ ہونے کا دھوکہ نہ کھاؤ۔ جب تک اس کے تمام اعمال کو کتاب و سنت کے پیمانے پر ماپ نہ لو۔ میرا اپنا کہنا یہ ہے کہ ہوا میں باز اور کبوتر اڑتے پھرتے ہیں' پانی پر کتے اور چوپائے تیرتے چلے جاتے ہیں۔ اس میں فخر کی کیا بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اس کا فخر یہ نہیں کہ پانی پر چلے یا ہوا میں اڑے۔ اس کا شرف تو اس میں ہے۔ کہ بندگی کا پورا پورا حق ادا کرے۔ غرور و تکبر کی ہوا بھی نہ لگنے دے۔ مزاج میں نعلین کی طرح خاکساری ہو۔ دل دستار کی طرح نخوت سے خالی ہو۔

فضیلت آدم علیہ السلام:

(ف) بقاعیؒ نے کہا ہے "آدم علیہ السلام کو پہلے اسماء کی تعلیم دی گئی' پھر انہیں مسجود ملائک بنایا گیا' اس کے بعد جنت میں ٹھہرایا' پھر جنت سے نکال کر زمین کا ساکن بنایا۔ اہل سنت کے نزدیک یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ انبیاء' ملائکہ سے افضل ہیں۔

آدم علیہ السلام کا قصہ قرآن پاک کی سات سورتوں میں بیان کیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ' سورۂ اعراف' سورۂ حجر' سورۂ الاسراء' سورۂ کہف' سورۂ طٰہٰ' اور ساتویں سورۂ صٓ ہے۔ اغلب خیال یہ ہے کہ اس تکرار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو تسلی دینا تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کہ انہیں اپنی قوم کے ہاتھوں بڑی اذیت اور تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔ خطیب ؒ کا بھی یہی خیال ہے مگر تکرار مذکور سے جو بات ظاہر ہوتی ہے' اس سے آدم علیہ السلام کی ساری مخلوقات پر شرف و فضیلت ثابت ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ ملائکہ پر بھی انہیں فضیلت حاصل ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اس سے مستثنیٰ ہے۔

مسئلہ موافاۃ:

تفسیر "فتح البیان" میں ہے' کہ "حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ جمعہ کے زوال سے عصر تک کیا گیا۔ سب سے پہلے جبرائیل علیہ السلام پھر میکائیل علیہ السلام' پھر اسرافیل اور عزرائیل علیہ السلام نے سجدہ کیا۔ اس کے بعد تمام ملائکہ مقربین نے حکم خداوندی کی تعمیل کی۔" اس ترتیب عمل سے یہ خیال درست ہو گا کہ سجدہ کے عمل میں ملائکہ کے ہمراہ ابلیس کو شامل نہ کیا جائے۔ میرے اس خیال کی تائید میں اہل علم کی اکثریت موجود ہے۔ شیطان کا نام سریانی زبان میں عزازیل' عربی میں حارث تھا' نا فرمانی کے بعد "ابلیس" نام ہوا۔ ابلیس کے معنی مایوس کے ہیں۔ روایت ہے کہ نام کے ساتھ اس کی صورت بھی بدل دی گئی۔ یہاں ایک بات کی وضاحت کئے دیتا ہوں' کہ استکبار کے معنی اپنے آپ کو بڑا سمجھنا ہے۔ حدیث صحیح میں اس کے معنی اس طرح بیان کئے گئے ہیں۔

"کبر حق بات کو رد کر دینے اور دوسروں کو حقیر ماننے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔" اسی طرح "اباء" یعنی انکار' استکبار کے بعد تھا' لیکن اس کا ذکر مقدم کر دیا گیا۔ اس لئے کہ انکار ظاہری افعال سے ہے اور استکبار دل کا فعل ہے۔ پھر سورہ صٓ میں صرف استکبار کا ذکر فرمایا' سورہ حجر میں انکار کا لفظ منتخب کیا گیا۔

مختصر یہ کہ آیت کریمہ سے کبر کا فعل قبیح ہونا اور اللہ کی ذات کی حکمتوں پر غور و خوض کرنا' برا ثابت ہوا۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ "صیغہ امر" وجوب کے واسطے ہوتا ہے' جیسے اللہ نے جان لیا کہ ابلیس کی موت کفر پر ہو گی۔ اس سے ثابت ہوا' اصل میں کافر وہی ہے' جس کا خاتمہ کفر پر ہو' چاہے وہ حال یا ماضی میں مومن ہی کیوں نہ کہلائے۔ اسی کو "مسئلہ موافاۃ" کہتے ہیں۔ گو اس میں حنفیہ' شافعیہ' اور ماتریدیہ کا اختلاف ہے۔ سبکیؒ نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب بھی لکھی ہے۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

آیت نمبر ۳۵، ۳۶ — جنت سے زمین تک

وَقُلْنَا يَٰٓـَٔادَمُ ٱسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ ٱلْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا
تَقْرَبَا هَٰذِهِ ٱلشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ فَأَزَلَّهُمَا ٱلشَّيْطَٰنُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا
مِمَّا كَانَا فِيهِ ۖ وَقُلْنَا ٱهْبِطُوا۟ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۖ وَلَكُمْ فِى ٱلْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَٰعٌ
إِلَىٰ حِينٍ (البقرۃ: ۳۵، ۳۶)

ترجمہ: اور ہم نے کہا اے آدم تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو اور جہاں سے چاہو بے روک ٹوک کھاؤ (پیو) لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا۔ نہیں تو ظالموں میں (داخل) ہو جاؤ گے۔ پھر شیطان نے دونوں کو وہاں سے پھسلا دیا اور جس (عیش و نشاط) میں وہ تھے ان سے ان کو نکلوا دیا۔ تب ہم نے حکم دیا کہ (بہشت بریں) سے چلے جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لئے زمین ایک وقت تک ٹھکانا اور رہائش (مقرر کر دیا گیا) ہے۔

(ف) اولاد آدم پر اللہ تعالیٰ کا یہ تیسرا احسان ہے کہ اس نے آدم علیہ السلام کو جنت میں ٹھہرنے کا اعزاز بخشا اور اس میں موجود اللہ کی تمام نعمتوں کو سوائے شجر ممنوعہ کے ان پر حلال کر دیا۔

نبی اور رسول:

ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آدم علیہ السلام کے بارے میں پوچھا۔ کیا حضرت آدم علیہ السلام نبی تھے؟

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں وہ "نبی بھی تھے اور رسول بھی۔ اللہ تعالیٰ سے انہوں نے بالمشافہ گفتگو کی اور ان سے اللہ نے کہا۔ اے آدم آپ اور آپ کی بیوی جنت میں رہائش اختیار کرو۔"

جنت کہاں تھی؟

ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ اس جنت کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ آسمان پر تھی یا زمین

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

پر!

قرطبیؒ نے معتزلہ اور قدریہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ زمین پر تھی۔

اس کی تفصیل سورۃ اعراف میں آئے گی۔ البتہ "فتح البیان" میں لکھا ہے کہ بعض کے خیال میں یہ جنت فلسطین میں تھی۔ یا ایران اور کرمان کے درمیان واقع تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے آدم علیہ السلام کے امتحان کے لئے بنایا تھا۔ اور وہاں سے آدم علیہ اسلام کا اتارنا یہ تھا کہ وہ سرزمین ہند کی طرف نقل مکانی کر جائیں۔ جیسے کہ فرمایا **اھبطوا مصرا** (البقرۃ:۶۱)
یعنی یہاں سے نکلو اور مصر چلے جاؤ۔ خیال ہے کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق اسی خطہ زمین پر ہوئی تھی۔ لیکن اس قصہ میں ان کے آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر نہیں۔ اگر آسمان پر اٹھائے گئے ہوتے تو اس نعمت عظمیٰ کا ذکر ضرور کیا جاتا۔ اگر یہ جنت "دارالخلد" میں ہوتی تو ابلیس اس جنت میں نہ جاتا۔ بعض نے کہا یہ سب ممکن ہے۔ اس مسئلہ میں ادلہ نقلیہ متعارض ہیں اس لئے کسی بات پہ یقین نہ کرنا اور خاموش رہنا واجب ہے۔ ابو السعود بھی اسی خیال سے متفق ہیں۔ حافظ ابن قیمؒ اپنی کتاب "حادی الارواح" میں فریقین کے دلائل کو نقل کیا ہے لیکن کسی قول کو حتمی قرار نہیں دیا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ جس بات کی ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتہ خبر نہ دی ہو اس میں بال کی کھال اتارنا مناسب نہیں۔

حضرت حوا علیہا السلام:

حافظ ابن کثیرؒ کہتے ہیں آیت کا سیاق و سباق یہ بتاتا ہے کہ حوا علیہا السلام آدم علیہ السلام کے جنت میں جانے سے پہلے پیدا ہوئیں۔ محمد بن اسحاق بھی (بحوالہ توراۃ وغیرہ) اسی سے اتفاق کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب آدم علیہ السلام پر نیند غالب آئی تو ان کی ایک بائیں پسلی نکال کر اس جگہ گوشت بھر دیا گیا۔ آدم علیہ السلام بدستور سوتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی اس پسلی سے پیدا ہو کر پوری ایک عورت بن گئی۔ تاکہ آدمی کو اس سے سکون ملے' آرام پائے۔ جب وہ اس خواب راحت سے جاگے تو حوا کو اپنے پہلو میں پا کر کہنے لگے۔ **لحمی و دمی و زوجتی** یعنی یہ میرا ہی گوشت' میرا ہی خون اور میرا ہی جوڑا ہے۔ پھر آدم علیہ السلام کا دل ان کے ساتھ لگ گیا۔ پھر اللہ نے ان کی شادی کر دی۔

فرمایا تم دونوں جنت میں رہو۔ مگر اس درخت کے قریب مت جانا۔
ایک گروہ کا خیال کہ حوا کی پیدائش جنت میں داخل ہونے کے بعد ہوئی تھی۔
ابن عباس اور ابن مسعودؓ کے علاوہ اور ایک جماعت کا قول ہے کہ حوا کا نام حوا اس لئے ہے کہ یہ "شی

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

حی" سے پیدا ہوئیں۔ یعنی تم زندہ رہو۔

شجر ممنوعہ کون سا تھا؟

درخت کے پاس جانے سے روکنا تو دراصل آدم علیہ السلام کو بطور امتحان آزمانا تھا۔ مگر وہ شجر ممنوعہ کیا تھا؟ ابن عباسؓ کا کہنا ہے کہ یہ درخت انگور کا تھا۔ صحابہ تابعین و تبع تابعین کی ایک جماعت کا بھی یہی خیال ہے۔

یہود کا زعم یہ ہے کہ یہ درخت گندم کا درخت تھا۔ ابن عباسؓ سے بھی ایک روایت اسی کے حق میں ملتی ہے۔ دوسری روایت میں سنبل کا درخت کہا گیا ہے۔ ابوالجلد بھی اسی کے قائل ہیں۔
مگر جس درخت کے پاس آدم علیہ السلام نے توبہ کی تھی وہ زیتون کا درخت تھا۔ کہتے ہیں گندم کا دانہ جنت میں اتنا بڑا تھا جتنا گائے کا سر' مکھن سے زیادہ نرم' شہد سے زیادہ شیریں تھا۔ ابو مالک کا خیال ہے کہ کھجور کا درخت تھا۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں انجیر کا درخت تھا۔ کسی نے کہا بادام' کسی نے قلم کا درخت کہا۔ کسی نے کافور' کسی نے ناشپاتی کا درخت قرار دیا۔ کسی نے بات مختصر کرتے ہوئے کہا درخت کی جنس میں سے تھا۔

ابوالعالیہ نے کہا۔ جو کوئی اس درخت کا پھل کھاتا اسے "حاجت" ہوتی۔ چنانچہ جنت "حدث" کی جگہ نہیں اس لئے آدم علیہ السلام جنت سے نکالے گئے۔ وھب بن منبہ نے کہا۔ یہ درخت شاخدار تھا اس میں پھل لگتا تو فرشتے اسے ہمیشہ رہنے کے لئے کھاتے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اس درخت کے پاس تک جانے سے روک دیا' کھانے کی بات تو بعد کی ہے۔

خاموشی بہتر ہے:

ابن جریرؒ نے فرمایا۔ صحیح بات تو اتنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک خاص درخت سے منع کیا تھا۔ اب وہ کون سا درخت تھا۔ اس کا نام نہ ہی قرآن حکیم میں ہے اور نہ ہی سنت صحیحہ میں کسی نام کا ذکر ہے۔ کوئی کسی درخت' کوئی کسی جھاڑی کا نام لیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر اس درخت کا نام معلوم بھی ہو جائے تو کسی عالم کی شان میں اضافہ نہیں ہوگا اور اگر معلوم نہ ہو تو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ چنانچہ علامہ رازیؒ نے اسی ابہام پر اکتفا کرنے کو کہا ہے۔ ابن کثیرؒ اور شوکانیؒ بھی انہیں کے ہم خیال ہیں۔ مختصر یہ کہ شیطان نے دونوں میاں بیوی کو اس درخت کا مزہ دیا۔ ان سے لغزش ہوئی اور جنت سے نکلنے کا حکم ملا۔ اچھے لباس اچھے گھر اور اچھے رزق اور بہترین آرام و سکون میں سے نکلنے کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

نے فرمایا۔ اب تم زمین میں معینہ مدت تک یعنی تا قیامت رہو گے۔ اب تمہارا مسکن، تمہارا رزق اور تمہاری موت اسی میں ہے۔

سانپ اور ابلیس

ابن کثیرؒ نے سانپ اور ابلیس کے حوالے سے سورۂ اعراف کی تفسیریں لکھیں۔ ابلیس کس طرح جنت میں داخل ہوا اور آدم علیہ السلام کے دل میں وسوسہ ڈالنے کے واقعہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے لیکن یہ سب اسرائیلی روایات کی اساس پر ہے۔ ہم نہ اس کی تکذیب کرسکتے ہیں اور نہ ہی تصدیق! ابی بن کعب مرفوعاً" کہتے ہیں کہ اللہ نے آدم ؑ کو بہت طویل قد بنایا۔ سر پر بہت بال تھے۔ جیسے کھجور کا درخت جب انہوں نے اس درخت کو چکھا جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں منع کیا تھا۔ تو ان کا سر عریاں ہو گیا۔ جنت میں دوڑے پھرتے تھے کہ ایک درخت کے ساتھ بال الجھ گئے۔ آدم علیہ السلام نے بال چھڑانے کی کوشش کی تو رحمان نے پکارا۔ اے آدم کیا تو مجھ سے بھاگتا ہے۔ آدم علیہ السلام نے کہا۔ نہیں میرے پروردگار! بلکہ میں شرماتا ہوں۔ اسے ابن ابی حاتم نے بھی روایت کیا ہے۔

قیام جنت کی مدت اور مقام نزول:

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آدم علیہ السلام جنت میں عصر سے مغرب تک رہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ دن کی ایک ساعت قیام کیا۔ یہ ساعت دنیا کے ایک سو تین ایام کے برابر تھی۔

ربیعہ بن انس ؓ نے فرمایا۔ آدم علیہ السلام نویں یا دسویں ساعت میں جنت سے نکلے۔ ان کے سر پر جنت کے ایک درخت کا تاج تھا۔ سدیؒ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یہاں سے نکل جاؤ۔ تو آدم علیہ السلام ہند میں اترے ان کے ساتھ حجر اسود اور کچھ جنت کے پتے تھے۔ وہ پتے ہند میں پھینک دیئے۔ ان سے یہ سارے خوشبودار درخت پیدا ہوئے۔ ہندوستان کے عطر کی اصلیت دراصل وہی جنت کے پتے تھے۔

آدم علیہ السلام ان پتوں کو بطور یادگار نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ اپنے ہمراہ مٹھی بھر کر جنت سے لیتے آئے تھے۔ ابن عباس ؓ نے فرمایا۔ آدم علیہ السلام "رحنا" نامی زمین پر اترے یہ زمین مکہ و طائف کے درمیان ہے۔ حسن بصریؒ نے فرمایا آدم ہند میں، حوا جدہ میں اور ابلیس "دستمیسان" جو بصرہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے وہاں اترے اور سانپ اصفہان میں اترا، رجاء بن سلمہ نے کہا۔ آدمؑ زانو پر ہاتھ رکھے ہوئے سرنگوں اترے۔ ابلیس انگلیوں میں انگلیاں ڈالے آسمان کو دیکھتا ہوا اترا۔ یہ سب صحابہ کے اقوال ہیں۔ حدیث مرفوع میں آدم علیہ السلام کے اترنے کی کوئی متعین جگہ نہیں ہے۔ اتنا

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

صحیح ہے کہ ہند میں اترے مگر شہر' قصبہ یا گاؤں کا نام مرفوعا ثابت نہیں۔

لیکن ہمارے لئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ جہاں اللہ نے چاہا وہاں اتارا جگہ معلوم ہوئی تو کیا نہ معلوم ہوئی تو کیا؟ ابو موسیٰ نے کہا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو ہر چیز کی صنعت سکھا دی۔ کچھ جنت کے پھل زاد راہ کے طور پر ساتھ دے دیئے۔ یہ دنیا کے تمام پھل وہیں سے آئے ہیں۔

بات صرف اتنی سی ہے کہ یہ گل سڑ جاتے ہیں اور وہ خراب نہیں ہوتے۔

سب سے بہترین دن

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا" آیا ہے کہ سب سے بہترین دن جس پر سورج طلوع ہوا۔ جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اسی دن جنت میں داخل ہوئے اور اسی دن وہاں سے نکالے گئے۔ (مسلم و نسائی)

نجات کی راہ

(ف) امام رازی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں سب کے لئے گناہوں پر سخت وعید آئی ہے۔ تاکہ اولاد آدم میں سے جب کوئی یہ تصور کرے گا کہ آدم علیہ السلام پر اس لغزش کے سبب کیا بیتی تو وہ گناہ کے تصور سے بھی ڈرے گا۔

لیکن افسوس ہے یہاں اولاد آدم سے گناہ پہ گناہ ہوتا جا رہا ہے۔ مگر کسی کو خیال تک نہیں آتا اس کا انجام دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ ایسے فاسقوں پر یہ شعر بالکل صادق آتا ہے۔

پدرم جنت جاوید بگندم بفروخت
ناخلف باشم اگر من بجو نفروشم

میرے باپ نے ہمیشہ کی جنت گیہوں کے ایک دانہ کے بدلے بیچ دی۔ اگر میں اسے ایک جو کے بدلے نہ بیچوں تو میں انتہائی ناخلف کہلاؤں گا۔

فتح موصلی" نے یوں بھی کہا ہے کہ ہم جنت میں رہنے والی قوم تھے۔ ابلیس ہمیں قید کر کے دنیا میں لایا۔ ہم کو نتیجہ کے طور پر سوائے رنج و غم کے کچھ بھی نصیب نہیں ہوا' نہ ہو گا' اگر کوئی صورت ہے تو یہ کہ ہم پھر اسی گھر میں داخل ہونے کے قابل بنیں۔ جس طرح مسافر کو سکون تبھی ملتا ہے جب وہ ساری مصیبتوں سے گزرنے کے بعد اپنے گھر اپنی منزل تک پہنچ جاتا ہے۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہمارے دیرینہ دشمن

ہمارے پرانے دو ہی دشمن ہیں۔ ایک شیطان اور دوسرا سانپ' اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "یہاں سے نکلو تمہارے بعض دشمن ہیں بعض کے" گویا ابلیس اور اولاد آدم میں دشمنی زمانہ قدیم سے چلی آتی ہے۔ جس کی وضاحت میں ایک آیت یوں ہے۔

إِنَّ ٱلشَّيْطَٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَٱتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ۚ (الفاطر:۶)

"بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے۔ تم بھی اسے اپنا دشمن ہی سمجھو۔" عدو کے لفظی معنی ہیں "ظلم"۔ عدو وہ ہوگا جو ظالم ہوگا' دوست نہیں ہوگا' اب آپ ہی سوچئے۔

؎ بقول دشمن پیمان دوست بشکستی
ببیں کہ از کہ بریدی و باکہ پیوستی

اپنے دشمن کے کہنے پہ تم نے اپنے دوست کے ساتھ باندھا ہوا عہد وفا توڑ دیا۔ نادان! سوچ تو نے کس سے ناطہ توڑا اور کس سے جوڑا۔

سانپوں کی دشمنی تو مشہور ہے' بہت سی حدیثوں میں (اہل سنن) کے نزدیک حکم آیا ہے کہ سانپوں کو قتل کرنے کا معاوضہ لینے سے نہ ڈرو۔ قرطبی نے ان حدیثوں کے حوالے دیتے ہوئے کہا ہے۔ بعض فتح البیان میں بھی مذکور ہیں۔ یوں بھی سانپ کو لوگ اس لئے مارنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس کے ڈسنے سے ان کی جان جاتی ہے۔ گویا سانپ کی دشمنی جان لیوا ہے' ظاہر نظر آتی ہے' مگر شیطان جو ایمان کی جان لیتا ہے۔ جس کا مکرو فریب سانپ کے زہر سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ ہزار لاکھوں میں سے دو چار ہی ایسے عابد و متقی ہوں گے جو توحید خالص کے عقیدہ سے اسے موت کے گھاٹ اتارتے ہوں گے۔

آیت نمبر ۷ ۳ اعتراف لغزش اور طلب مغفرت

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

فَتَلَقَّىٰٓ ءَادَمُ مِن رَّبِّهِۦ كَلِمَٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ (البقرہ:۳۷)

ترجمہ۔ "پھر سیکھ لئے آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمات' پھر قبول فرمائی اللہ تعالیٰ نے توبہ ان کی' وہی ہے برحق معاف کرنے والا مہربان"۔ "موضح القرآن" میں لکھا ہے۔ یعنی آدم علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالیٰ نے کئی لفظ ڈال دیئے۔ اس طرح پکارا تو بخش دیئے گئے۔ (بحوالہ سورہ اعراف)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ وہ کلمات یہ تھے

© rasailojaraid.com

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ

(الاعراف: ۲۳)

ترجمہ۔ اے رب ہمارے ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر اور اگر تو نے ہم کو نہ بخشا' اور ہم پر رحم نہ کیا' تو ہم نامراد ہو جائیں گے۔

ایک جماعت سلف کا بھی اس خیال سے اتفاق ہے۔ البتہ ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ وہ "تلقی" یہ تھی' کہ انہیں حج کرنے کا طریقہ معلوم ہو گیا۔

عبیدؓ بن عمیر نے یہاں ایک اور بات کہی وہ یہ تھی کہ آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔ "اے میرے رب مجھ سے سرزد ہونے والی خطا آپ نے مجھے پیدا کرنے سے پہلے ہی لکھ دی تھی یا اس خطا کا موجد بھی میں ہوں؟ یعنی اس بدعت کا وقوع مجھ سے ہی ہوا؟ جواب ملا۔ "نہیں نہ تم موجد ہو نہ بدعتین بلکہ میں نے تیری پیدائش سے پہلے یہ خطا تیرے نام لکھی تھی۔" آدم علیہ السلام نے عرض کیا "تو پھر جس طرح میرے نام خطا لکھی تھی اسی طرح اب خطا کو بخش بھی دے۔"

سو "تلقی" مذکور سے یہی کلمات مراد ہیں۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا۔ "کیا آپ نے مجھے اپنے ہاتھوں سے نہیں بنایا؟" جواب ملا۔ ہاں "بنایا"۔ عرض کیا "کیا آپ نے اپنی روح مجھ میں نہیں پھونکی"؟ جواب ملا۔ ہاں ہم ہی نے روح پھونکی عرض کیا۔ چھینک کے جواب میں یرحمک اللہ میں نے نہیں کہا؟ کیا آپ کی رحمت آپ کے غضب سے بڑھ کر نہیں؟ فرمایا یقیناً میری رحمت غضب سے بڑھ کر ہے۔ پھر عرض کیا۔ میری یہ خطا میرے نام آپ ہی کی لکھی ہوئی تھی؟ فرمایا ہاں۔ تو عرض کیا تو پھر اب میں اگر توبہ کروں اور اپنے کئے پر پشیمان ہو جاؤں۔ تو آپ مجھے واپس جنت میں لے جائیں گے۔ جواب ملا ہاں ضرور لے جاؤں گا۔ حاکم نے اسے صحیح الاسناد قرار دے کر روایت کیا ہے۔

توبہ اور جنت

سابقہ دلائل سے ثابت ہوا کہ توبہ کرنے والا جنت کا مستحق قرار دیا جاتا ہے اور جو توبہ نہیں کرتا وہ جنت سے محروم رہتا ہے۔

توبہ کے اوقات

توبہ کا بہترین وقت وہ ہے جب کسی سے بھول چوک سے غلطی ہو جائے تو اس کے فوراً بعد ہی سچے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

دل سے توبہ کرلی جائے۔ ذرا بھی دیر نہیں کرنا چاہئے۔ لیکن ایک بات اٹل ہے کہ مرنے سے پہلے عالم نزع میں "توبہ" قبول نہیں ہوتی۔

ابی بن کعبؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ آدم علیہ السلام نے عرض کیا اے رب! اگر میں تائب ہو جاؤں اور رجوع کروں تو کیا مجھے جنت عطا ہو گی؟

فرمایا۔ ہاں۔ وہ کلمے یہی باتیں ہیں۔ اسے ابن ابی حاتم نے بھی روایت کیا ہے۔ مگر یہ حدیث غریب منقطع ہے' مجاہد کا خیال ہے کہ وہ کلمات یہ تھے

اَللّٰھُمَّ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ وَبِحَمْدِكَ۔ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ

ترجمہ۔ اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے اور ساتھ تیری حمد کے۔ اے میرے پروردگار میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ مجھے بخش دے بلاشبہ تو بہترین بخشنے والا ہے۔

مگر میرے خیال میں پہلا قول ہی بہتر ہے۔ اس لئے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بعینہ وہ کلمات نہیں بتائے۔ وہی جانے وہ کلمات کیا تھے۔ بہرحال آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ اور یہی وعدہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدمؑ سے بھی کیا ہے۔ اس کا ارشاد ہے

أَلَمْ يَعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ ٱلتَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِۦ وَيَأْخُذُ ٱلصَّدَقَٰتِ وَأَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ (التوبہ:۱۰۴)

ترجمہ: کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ہی تو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

اور فرمایا

وَمَن يَكْسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا يَكْسِبُهُۥ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ (النساء:۱۱۰)

ترجمہ: اور جو کوئی برا کام کر بیٹھے اور اپنے نفس پر ظلم کر گزرے۔ اور یہ بھی فرمایا۔

إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا فَأُو۟لَٰٓئِكَ يَدْخُلُونَ ٱلْجَنَّةَ (مریم:۶۰)

ترجمہ:۔ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کئے پس یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ ان آیات کے علاوہ بھی اپنے گناہوں سے نادم ہونے والوں کی توبہ قبول کرنے کے اثبات میں اور بھی

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

بہت سی آیات موجود ہیں۔ "محوالحوبہ" (نام رسالہ) میں استغفار اور توبہ کی تمام تفصیلات لکھی گئی ہیں۔ مختصراً یہ حقیقت ہے کہ گناہ گاروں کی توبہ قبول کرنا اس کی اپنے بندوں پہ بے حد و حساب رحمت اور بے پایاں شفقت و مہربانی ہے۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ توبہ قبول کرنے والا رحیم و مہربان ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَتُبْ عَلَيَّ

اے اللہ مجھ کو بخش دے اور میری توبہ قبول کر! آمین

توبہ کی قبولیت کے بعد

توبہ کے قبول ہونے کے بعد جس فعل کو اللہ کے ڈر سے چھوڑا اس پر سچے دل سے پشیمانی محسوس کی' آنسوؤں کی زبان میں توبہ کی تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کے بعد ہمیشہ اس فعل سے بچے۔ ورنہ --- توبہ توڑنے سے سابقہ گناہ پھر بحال ہو جائیں گے۔

آیت نمبر ۳۸' ۳۹: الوداعی اعلان یا منشور

آدم علیہ السلام کو زمین کی طرف روانہ کرتے ہوئے جو الوداعی اعلان اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا آخری منشور عطا فرمایا وہ یہ تھا۔

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا ۖ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (البقرہ: ۳۸' ۳۹)

ترجمہ:۔ ہم نے فرمایا تم سب یہاں سے اتر جاؤ۔ (مگر یاد رکھو) جب تمہیں میری طرف سے ہدایات موصول ہوں تو ان کی تعمیل کرنا۔ جنہوں نے میری ہدایات کو مانا ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ ہی وہ کبھی غمزدہ ہوں اور جنہوں نے انہیں قبول نہیں کیا۔ ہماری آیات کو جھٹلایا۔ تو وہ دوزخ میں جانے والے ہوں گے اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

اس اعلان یا مشروط ڈراوے کے مخاطب گو بظاہر آدم علیہ السلام' حوا اور ابلیس تھے۔ لیکن فی

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

الحقیقت اس منشور یا اعلان کی مخاطب تمام اولاد آدم تھی اور ہے۔ ابو العالیہ نے کہا ہدیٰ سے مراد انبیاء، رسل، بینات اور بیانات ہیں۔

مقاتل بن حیان نے کہا۔ رسول اللہ ہیں۔ حسن بصریؒ نے کہا ھدیٰ قرآن ہے۔ ابن کثیرؒ نے کہا۔ یہ دونوں قول صحیح ہیں۔

ابو العالیہ کا قول عام تر ہے، آیت اس بات پر دال ہے کہ متبع کتاب و سنت پر آخرت میں کچھ خوف اور غم نہ ہوگا۔ یعنی نہ آخرت کا ڈر ہوگا اور نہ ہی امور دنیا کی وفات کا۔

سورۂ طٰہٰ میں ارشاد ہے۔

قَالَ ٱهۡبِطَا مِنۡهَا جَمِيعَۢاۖ بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوّٞۖ فَإِمَّا يَأۡتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدٗى فَمَنِ ٱتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشۡقَىٰ (طٰہٰ: ۱۲۳)

ترجمہ:۔ فرمایا تم دونوں یہاں سے نیچے اتر جاؤ۔ تم میں سے بعض، بعض کے دشمن ہوں گے۔ پھر جب میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ ہی گمراہ ہوگا اور نہ ہی تکلیف میں پڑے گا۔

ابن عباسؓ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ان ہدایات کی تعمیل کرنے والا نہ دنیا میں گمراہ ہوگا اور نہ ہی آخرت میں بدبخت ہوگا۔

اسی منشور کا ایک حصہ یہ بھی ہے۔

وَمَنۡ أَعۡرَضَ عَن ذِكۡرِي فَإِنَّ لَهُۥ مَعِيشَةٗ ضَنكٗا وَنَحۡشُرُهُۥ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ أَعۡمَىٰ (طٰہٰ: ۱۲۴)

ترجمہ: اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا۔ اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کو ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

ابن جریر نے سعد بن مالک خدری سے مرفوعاً روایت کیا ہے دوزخی لوگ دوزخ میں نہ مریں گے نہ جئیں گے لیکن کچھ لوگ جن کو ان کی خطاؤں کے سبب آگ میں ڈالا گیا۔ اللہ ان کو مارے گا۔ جب وہ کوئلہ ہو جائیں گے تو ان کے لئے شفاعت کا اذن ہوگا۔

باقی رہی تیسری قسم جو ایمان لائے مگر اطاعت نہ کی۔ وہ قسم ان دونوں آیتوں میں داخل نہیں ہے۔

"خلود" سے مراد یہاں دوام بلا انقطاع ہے۔ کسی نے کہا ہے "اصحاب النار" تاکید و تکرار ہے۔ کسی نے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کہا پہلا اھباط جنت سے دنیا کے آسمان پر ہوا دوسرا دنیا کے آسمان سے زمین پر ہوا۔ پہلا قول صحیح ہے۔

(ف) صحیحین وغیرھما میں قصہ آدم و موسیٰ علیہما السلام کی جو تفصیلات آئی ہیں۔ ان میں آدم علیہ السلام نے اپنی آخری بات یہ کہی۔ کیا یہ ملامت اس بات پر ہے کہ جسے اللہ نے میرے پیدا کرنے سے پہلے مجھ پر مقدر کیا تھا۔

مقام نزول پھر زیر بحث:

صحابہ کی ایک جماعت کا یہی قول ہے کہ آدم کا نزول سرزمین ہند پر ہوا تھا۔ علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ خوشبودار سرزمین ہند ہے۔ کیوں کہ آدم علیہ السلام یہیں اترے تھے۔ جنت کی خوشبو یہاں کے درختوں میں سموگئی ہے۔

یہ بات کہ آدم کا اترنا کس طرح ہوا؟ ان کے ساتھ کیا کیا چیز آئی؟ اتر کر کیا کام کیا؟ اس کا مختصر ذکر علامہ ابن قیمؒ نے "حادی الارواح" میں لکھا ہے۔ میر آزاد بلگرامی نے ہند کے فضائل پر ایک رسالہ "حداءتہ السائل" لکھا ہے جس میں ہند کا نام "شمامتہ العنبر" (عنبر کی خوشبو) مرقوم ہے۔

کہتے ہیں آدم علیہ السلام جب اس عالم رنگ و بو میں آئے تو ان کی پیشانی میں نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم چمکتا تھا۔ جو پشت در پشت منتقل ہوتے ہوئے مکہ معظمہ سے ظاہر ہوا۔ گویا سارے جہاں (ہفت اقلیم) کے انسانوں کا اصل وطن ہندوستان ہی ہے۔ اس زمین سے نکل کر انسان ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔

ابو ہریرہؓ سے مرفوع حدیث میں ہے کہ اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت نہ سڑتا۔ حوا نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے شوہر کی خیانت نہ کرتی۔ حاکم اور بخاری میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ کہتے ہیں عورت ہی نے سب سے پہلے شرک کیا۔ سب سے بڑے فتنہ کی جڑ عورت ہے۔ ہابیلؑ اس کی وجہ سے قتل ہوئے۔ "قصہ بقرہ" کی بنیاد بھی یہی عورت تھی۔ سب سے پہلے عشق و ہوس کی ابتدا اسی سے ہوئی۔ زنا کا آغاز بھی اسی سے ہوا۔ عورت کا مکر و فریب سب سے بڑا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عورت ناقص العقل اور ناقص دین ہے۔ عورت بڑے سے بڑے عقلمند کی عقل بے کار کر دیتی ہے۔

اے اللہ ہمیں اس کے فتنہ سے محفوظ فرما آمین!

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

آیت نمبر ۴۰، ۴۱: عہد شکن بنی اسرائیل

يَٰبَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ٱذْكُرُوا۟ نِعْمَتِيَ ٱلَّتِيٓ أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَوْفُوا۟ بِعَهْدِيٓ أُوفِ بِعَهْدِكُمْ وَإِيَّٰىَ فَٱرْهَبُونِ ۝ وَءَامِنُوا۟ بِمَآ أَنزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُونُوٓا۟ أَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهِۦ ۖ وَلَا تَشْتَرُوا۟ بِـَٔايَٰتِى ثَمَنًا قَلِيلًا وَإِيَّٰىَ فَٱتَّقُونِ

(البقرہ: ۴۰، ۴۱)

ترجمہ اے بنی اسرائیل ہم نے جو احسان تم پر کیے ہیں انہیں یاد کرو۔ تم مجھ سے کیے ہوئے عہد وفا کرو۔ میں تم سے کیے عہد پورے کروں گا اور مجھ ہی سے ڈرتے رہو اور جو کتاب میں نے (اپنے رسول) پر نازل کی ہے جو تمہارے پاس موجود کتاب (توراۃ) کو سچا کہتی ہے۔ اس پر ایمان لاؤ۔ انکار کرنے والوں میں تم پہل نہ کرو۔ اور میری آیتوں (میں تحریف کر کے ان) کی تھوڑی قیمت وصول نہ کرو اور مجھ ہی سے ڈرو۔

حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام بھی انہیں میں پیدا ہوئے۔ ان پر توراۃ نازل ہوئی انہوں نے ہی بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دلا کر شام میں بسایا۔

اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ عہد لیا تھا کہ حکم توراۃ پر قائم رہنا۔ میں جو بھی نبی بھیجوں اس کی مدد کرنا۔ ملک شام تمہاری ملکیت میں رہے گا۔ لیکن یہ گمراہ ہو گئے۔ دنیا کے لالچ میں رشوت لیتے' غلط مسئلے بتاتے' خوشامد کروانے کے لئے حق بات چھپاتے' پیغمبر کی اطاعت کرنے کے بجائے اپنی من مانی کرتے۔ توراۃ میں پیغمبر کے بارے میں لکھی ہوئی صفات بدل ڈالیں۔ مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا احسان یاد دلایا اور ان کی نافرمانی کا ذکر کیا۔

توراۃ میں یہ بات واضح کردی گئی تھی کہ جو بھی نبی توراۃ کی سچائی تسلیم کرے تو اسے ہماری طرف سے بھیجا ہوا نبی تسلیم کرلینا۔ اگر ایسا نہ ہو تو سمجھ لینا وہ جھوٹا ہے۔ آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت وصول کرنے کا مطلب یہ کہ دنیا کے لئے دین کو چھوڑتے۔

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اسلام قبول کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو' یعقوب علیہ السلام کا نام یاد دلا کر ان کے حوصلوں کو بڑھاوا دیا ہے یعنی جس طرح تمہارے آباء و اجداد اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اعمال صالح میں ہر لحہ

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

چاک و چوبند رہتے تھے اسی طرح تم بھی ہر وقت اعمال صالح اور اللہ کے حکم کی فرماں برداری میں مستعد رہو۔ جس طرح عام طور جوش دلانے کے لئے کہا جاتا ہے۔

يَا ابْنَ الْعَالِمِ اُطْلُبِ الْعِلْمِ

یعنی اے سخی باپ کے بیٹے تو بھی سخاوت کر۔ اے عالم کے بیٹے تو بھی علم حاصل کر!

مذکورہ خطاب دراصل یعقوب علیہ السلام کی اس اولاد سے ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں مقیم تھی۔

ابن عباس کہتے ہیں اسرائیل کے معنی ہیں اللہ کا بندہ۔ بعض نے رجل اللہ یعنی مرد خدا اور "صفوۃ اللہ" بھی اس کے معنی لکھے ہیں لیکن پہلا قول ہی اولیٰ ہے۔

ذکر اور شکر

یاد کرنے سے مراد یہ ہے کہ شکر کرو۔ نعمت کو یاد کرنا شکر کے مترادف ہوتا ہے۔ جس نے اللہ کی نعمتوں کو بھلا دیا اس نے کفران نعمت کیا۔

ذکر بالکسر ضد ہے خاموشی کی اور ذکر بالضم فراموشی کی ضد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل کو جو نعمتیں عطا ہوئی تھیں ان میں ایک تو پتھر سے نہر جاری کی۔ کھانے کے لئے من وسلویٰ اتارا۔ فرعون کی غلامی سے نجات دی۔ ابو العالیہ کہتے ہیں کہ نعمتوں کی فہرست یوں ہے۔ بنی اسرائیل سے نبی اور رسول بھیجے اور کتابیں اتاریں۔ جس کی دلیل میں موسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان ہے۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَٰقَوْمِ ٱذْكُرُوا۟ نِعْمَةَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُم مُّلُوكًا وَءَاتَىٰكُم مَّا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِّنَ ٱلْعَٰلَمِينَ

(المائدہ:۲۰)

ترجمہ: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! تم پر اللہ نے جو احسان کئے ان کو یاد کرو۔ کہ اس نے تم میں سے پیغمبر پیدا کئے اور تمہیں بادشاہت بخشی۔ اور تم کو اتنا کچھ عنایت کیا کہ تمام عالم میں کسی کو نہیں دیا۔ (عالمین سے مراد اسی زمانے کے لوگ ہیں)

عہد کیا تھا؟

عہد سے مراد وہ عہد ہے جو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لیا گیا تھا۔ کہ جب وہ (نبی اکرم صلی

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اللہ علیہ وسلم) آئیں تو تم ان کی تصدیق کرنا' ان کی پیروی کرنا۔ (یہ عہد تم پورا کرنا) ہم بھی اپنا وعدہ پورا کریں گے اور جو ذمہ داریاں اور گناہوں کے سبب بوجھ تمہاری گردنوں پر رکھے گئے ہیں۔ وہ سب دور کر دیں گے۔ حسن بصریؒ کے نزدیک عہد سے مراد یہ آیت ہے

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا ۖ وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ ۖ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ

(المائدہ:۱۲)

اور اللہ نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا۔ اور ان میں ہم نے ۱۲ سردار مقرر کئے۔ پھر اللہ نے فرمایا میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز قائم کرتے اور زکوۃ دیتے رہوگے اور میرے پیغمبروں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے اور اللہ کو قرض حسنہ دو گے تو میں تم سے تمہارے گناہ دور کر دوں گا اور تم کو بہشتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

بعض مفسرین نے فرمایا یہ عہدہ وہ تھا جو توراۃ میں لیا گیا تھا کہ ہم جلد ہی بنی اسرائیل سے ایک عظیم نبی اٹھائیں گے۔ سب قومیں اس کی فرماں بردار ہوں گی جس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جس نے ان کی اطاعت کی۔ اللہ اس کے گناہ بخشے گا۔ اس کو جنت میں لے جائے گا اور دوہرا اجر دے گا۔ قرآن حکیم میں اس کی وضاحت یوں ہے۔

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ ۝ وَإِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ۝ أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ

(القصص:۵۲)

ترجمہ: جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی وہ اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ اور جب قرآن پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے۔ ہم تو اس سے پہلے کے حکم بردار ہیں۔ ان لوگوں کو دگنا بدل دیا جائے گا کیوں کہ یہ صبر کرتے رہے ہیں۔ اور بھلائی کے ساتھ برائی کو دور کرتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

سے خرچ کرتے ہیں۔ علی بن عیسیٰ کہتے ہیں اس کی تصدیق اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَءَامِنُوا۟ بِرَسُولِهِۦ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِۦ

(الحدید:۲۸)

ترجمہ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ۔ وہ تمہیں اپنی رحمت سے دگنا اجر عطا فرمائے گا۔ پھر حدیث میں جن لوگوں کے دوہرے اجر کا ذکر آیا ہے ان میں وہ اہل کتاب بھی ہیں جو حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لائے اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لائے۔

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتیں

امام رازیؒ نے مذکورہ باب میں بہت سی بشارتیں ان انبیاء کی نقل کی ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے متعلق ہیں۔ بعض بشارتیں فتح البیان میں بھی مرقوم ہیں۔

ابو العالیہؒ نے کہا۔ ان کا عہد یہ تھا کہ دین اسلام کے احکامات پر عمل کریں گے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ان سے یہ عہد تھا کہ میں تم سے راضی ہوں گا۔ تمہیں جنت میں داخل کروں گا۔ ابن الفارسؒ نے کہا اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کفار پر بھی ہوتی ہے۔ بعض نے کہا وہ عہد یہ تھا

وَإِذْ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَـٰقَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَـٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهُۥ لِلنَّاسِ

(آل عمران:۱۸۷)

ترجمہ: اور جب اللہ نے ان لوگوں سے جن کو کتاب عنایت کی گئی تھی، اقرار لیا کہ اس میں جو کچھ لکھا ہے اسے صاف صاف بیان کرتے رہنا۔ بعض نے کہا وہ عہد یہ تھا۔

خُذُوا۟ مَآ ءَاتَيْنَـٰكُم بِقُوَّةٍ (البقرہ:۶۳)

جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے اس کو مجتمع قوت کے ساتھ پکڑے رہو۔

بعض نے کہا وہ عہد یہ ہے جو سورۂ اعراف میں آیا ہے

وَرَحْمَتِى وَسِعَتْ كُلَّ شَىْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَٱلَّذِينَ هُم بِـَٔايَـٰتِنَا يُؤْمِنُونَ ۔ ٱلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ ٱلرَّسُولَ ٱلنَّبِىَّ ٱلْأُمِّىَّ ٱلَّذِى يَجِدُونَهُۥ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِى ٱلتَّوْرَىٰةِ وَٱلْإِنجِيلِ

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ترجمہ: جو میری رحمت ہے وہ ہر چیز سے وسیع ہے۔ میں اسے ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا جو پرہیزگاری کرتے، زکوٰۃ دیتے اور ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو نبی امی ہیں ان کی فرماں برداری کرتے ہیں جن کے اوصاف کو وہ اپنے ہاں توراۃ وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

اللہ کا عہد ان سے کیا تھا؟ اس کے بارہ میں ایک آیت یہ ہے

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ (آل عمران:۸۱)

اور جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی عطا کروں اور پھر تمہارے پاس ایسا پیغمبر آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (الصف:٦)

ترجمہ: وہ وقت بھی یاد کرو جب مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ نے کہا۔ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ اور جو کتاب مجھ سے پہلے آچکی ہے۔ (توراۃ) اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام "احمد" ہوگا اس کی بشارت سناتا ہوں۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان آیات میں آنے والے سارے عہد مراد ہوں (واللہ اعلم)

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ